ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

محمد رمضان
اسکالر پی ایچ ڈی اردو، شعبہ اردو، نمل، اسلام آباد
ڈاکٹر عنبرین تبسم شاکر جان
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، نمل، اسلام آباد

جادوئی حقیقت نگاری مباحث و اطلاق: اردو ناول کا تکنیکی مطالعہ

Muhammad Ramzan
Scholar Ph.D Urdu, Department of Urdu, NUML, Islamabad.
Dr. Ambreen Tabassum Shakir Jan
Associate Professor, Department of Urdu, NUML, Islamabad.

Magical Realism Discourse and Application: Technical Study of Urdu Novel

The term "Magical realism" is used for “Jadowi Haqiqat” in Urdu Novel. Magical realism is a modern technique in novel writing, used initially by Hawan Ralpho in his Novels. Afterwards Gabriel Garcia also used this technique in his novels in “Hundred Years of Solitude”. Whereas in Urdu literature Qurah tul Ainn Haider Mirza, Ather Baig, Dr. Muhammad Ahsen Farooqi , Shamas ur Rehman Farooqi, Mustanser Hussain Tarrar, Akhtar Raza Saleemi and Syed Kashif Raza also used this term in their respective Fictional Works. Keeping in view of Aristotle, he also considered it an effective method to present one's narrative dimensions in fiction. The Fiction writing style has been changed up to the establishment of Pakistan as the structure of social and political changes occur, so for the writing conventions/ dimensions in prose necessarily be changed. The change in writing style also provided new writing conventions and dimensions in proses literary works. Else that the international raise also provided thoughts and works techniques in the subcontinent, the Inner matters and new emerging trends in prose writing, are the major themes of modern novels.

Key Words: *Universality, Literature, Sublimation, Imagery, Imagination, Realism, Social Realism, Climax.*

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

پس منظر:

جادوئی حقیقت نگاری عہد قدیم میں سینہ بہ سینہ بیان ہونے والی داستانوں میں بھی ملتی ہے۔کیوں کہ داستانوی قصہ تخیل اور مافوق الفطرت عناصر پر مبنی ہوتا ہے۔لیکن جادوئی حقیقت نگاری ایک جدید تکنیک ہے۔جو جدید ناول کا طرہ امتیاز تسلیم کی جاتی ہے۔فکشن میں مصنف سے اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ محیر العقول اور ماؤرائی عناصر سے قاری کو اس طرح آشنا کیا جائے کہ انھیں یہ سب کچھ حقیقت معلوم ہو۔اس لحاظ سے جادوئی حقیقت نگاری میں حقیقی و تخیلاتی واقعات کا رشتہ حقائق سے اس طرح پیوست ہوتا ہے کہ قاری کو سب کچھ حقیقت محسوس ہونے لگتا ہے۔متھ مغربی داستانوی اصطلاح ہے جو مقدس کہانیوں کو بیان کرنے کا سبب قرار دی جاتی ہے۔ عہد قدیم میں دیوتا اور دیوتاؤں کی کہانیاں سینہ بہ سینہ روایتی انداز سے لوگوں کی تفریح کا ذریعہ ہوتی تھیں۔اس سلسلے میں یونانی اور ہندی اساطیر مشہور ہیں۔فکشن میں اگر ان اساطیر کا جائزہ لیا جائے تو کسی نہ کسی صورت میں جادوئی حقیقت نگاری پائی جاتی ہے۔اساطیری داستانیں ہمیں تخلیق کائنات اور مافوق الفطرت ہستیوں کے فعال سے آگاہ کرتی ہیں۔عہد جدید میں اساطیر کو خلاف عقل قرار دے کر رد کر دیا گیا۔لیکن اسی دور میں انتھروپولوجی،نفسیات اور سماجیات کے ماہرین نے ان کی معنوی گہرائیوں کو کھنگالا جس سے اس کے متعدد مکاتیب فکر وجود میں آئے۔ادب میں تخلیقی جوہر کا اظہار شاعری کے بعد فکشن میں خاص طور پر افسانہ اور ناول میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ناول کا کینوس فکری لحاظ سے افسانے سے زیادہ پھیلاؤ کا متقاضی ہے۔اور اس کے ساتھ ساتھ ناول کے اسلوبیاتی تقاضے بھی مختلف ہیں۔ہر ناول کا قصہ ایک مخصوص اسلوب کا متقاضی ہوتا ہے۔جو ناول کے واقعات،حالات،کردار اور ماحول کو فطری انداز میں پیش کرتا ہے۔ ناول میں اسلوب،موضوع،پلاٹ،کردار،تکنیک،زبان اور ناول نگار کی تخلیقی شخصیت آپس میں ایک دوسرے سے اس قدر پیوست ہوتے ہیں کہ ان کو مصنوعی طور پر ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔بیسویں صدی میں اردو ناول میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔مغربی ادب کے اردو ادب پر اثرات بالخصوص ناول میں جادوئی حقیقت نگاری کے رجحانات پڑے۔جادوئی حقیقت نگاری بیانیہ کو پیش کرنے کا مخصوص انداز ہے۔جو مافوق الفطرت،اساطیر اور سحر انگیز جادوئی حقیقت پر مشتمل ہے۔جادوئی حقیقت کی "کنسائز آکسفورڈ ڈکشنری آف لٹریری ٹرمز" میں یوں تعریف کی گئی ہے:

> "جدید فکشن کی ایسی قسم جس میں ناقابل یقین اور فنٹاسٹک عناصر بیانیہ میں اس طرح شامل ہوتے ہیں کہ وہ واقعات کے حقیقی انداز میں بیان ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتے۔میجک

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

رئیلزم کی تکنیک نے بیسویں صدی کی بدلتی ہوئی سیاسی صورت حال کا احاطہ کرنے کے لیے فکشن میں کرداروں کو ماورائے حقیقت صفات مثلاً ٹیلی پیتھی، ہوا میں اڑنا اور ذہنی طاقت کا اطلاق وغیرہ دیں ہیں۔"[۱]

بیسویں صدی میں مشینی ایجاد کے بل بوتے پر سماجی و سیاسی سطح پر تبدیلیاں رونما ہونا شروع ہوئیں۔ بدلتی ہوئی سیاسی صورت حال کے پیش نظر روایتی اقدار کو بڑا دھچکا لگا کیوں کہ جدید تہذیب کے پس پردہ تبدیلیاں عالمی منظر نامے پر ابھرنا شروع ہو گئیں تھیں۔ جدیدیت اور مابعد جدیدیت کے پس پردہ صارفیت نے زور پکڑا اور حقیقتیں بے معنی ہو کر رہ گئیں۔ مادہ پرستی ہر چیز کی داخلیت کی بجائے خارجی و علامتی معنویت کو اپنا معیار بنانا شروع کر دیا۔ جس سے حقیقت کے برعکس مصنوعی حقیقت کا پرچار تہذیب و ثقافت میں ناگزیر ٹھہرا۔ اس کے اثرات ادب پر بھی پڑے جو جادوئی حقیقت نگاری کے روپ میں ظاہر ہوئے۔ لاطینی امریکی ادیبوں نے ابہام آمیز خیالات کے ذریعے اپنے فن پاروں کو مزین کیا۔ بذات خود یہ بیانیہ نو آبادیاتی حقائق کی عکاسی کرتا ہے۔ مطلق العنان حکومتیں استحصالی قوت کو برقرار رکھنے کے لیے اس طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کر دیے تاکہ اپنی کمزوریوں پر عوام سے پردہ ڈال سکیں۔

جادوئی حقیقت نگاری کے بارے میں اشولال لکھتے ہیں۔

"یہ طلسماتی حقیقت نگاری (مغرب کے خیال میں) مقامی ثقافتوں میں ایک زمانے سے روز کے یقین کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کا کام ابہام ہی اصل میں اس کے یقین کی طاقت ہے اورینٹل ابہام اور مردہ خاموشی جیسی اصطلاحوں اور پروپیگنڈے کے تواتر سے مغرب نے جس حقیقت نگاری کا ڈھنڈورا پیٹا ہے۔۔۔ اصل میں وہ بہت سی حقیقتوں سے گریز ہے۔"[۲]

جادوئی حقیقت نگاری کا آغاز وارتقا:

جادوئی حقیقت نگاری کا نظریہ سب سے پہلے جرمن نقاد فرانز کافکا نے ۱۹۲۵ء میں کیا۔ فرانز کافکا نے اس عہد کے جرمن مصوروں کے خصائص اور رجحانات کا جائزہ لیتے ہوئے اس اصطلاح کو استعمال کیا کیوں کہ اس دور کے مصوروں کی تصاویر حقیقت پسندی اور ماورائے حقیقت کا مرکب تھیں۔ اس بیانیہ کا اظہار میگی این بورز (Maggie Ann Bowers) کی کتاب (Magical Realism) میں بھی ملتا ہے۔ لاطینی امریکن ادیب گبرئیل گارشیا مارکیز نے اپنے ناول "تنہائی کے سو سال" میں جادوئی حقیقت نگاری کو بیان کیا ہے۔ یہ ناول ۱۹۶۷ء میں ہسپانوی زبان میں

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

شائع ہوا۔ تاہم جادوئی حقیقت نگاری ایک مغربی تکنیک ہے جو اردو ناول میں باقاعدہ نفوذ پذیر ہوئی۔ اردو ادب میں اس تکنیک کا استعمال فردوس بریں، چاندنی بیگم، قبض زماں، سنگم، بہاؤ اور چار درویش اور ایک کچھوا میں کیا گیا ہے۔ جادوئی حقیقت نگاری کی تحریک نے نہ صرف مغربی ادب بلکہ پوری دنیا کے ادب پر اثرات مرتب کیے ہیں۔ کرسٹوفر وارنس جادوئی حقیقت نگاری کے بارے میں اپنی کتاب "جادوئی حقیقت نگاری اور نو آبادیاتی" میں یوں تحریر کرتے ہیں۔

"یہ بیانیہ کا ایسا طریقہ کار ہے جس میں مافوق الفطرت عناصر کو فطری بنایا جاتا ہے یا یوں کہنا چاہیے کہ اس میں تخیلاتی اور حقیقی، فطری اور غیر فطری کو ایک ہی سطح پر پیش کیا جا تا ہے"(۳)

جادوئی حقیقت نگاری مغربی بیانیہ ہے۔ جس کا آغاز فرانز کافکا نے بیسویں صدی کے تیسرے عشرے ۱۹۲۵ء میں کیا۔ جرمنی سے نکل کر یہ تکنیک وسطی امریکہ پہنچی تو لاطینی امریکہ کے ادیبوں نے اس نئی جہت کو اپنے ناولوں میں استعمال کیا۔ یوں یہ بیانیہ پورے یورپ میں پھیل کر مقبولیت کا باعث بنا۔ اس بیانیے کو لاطینی امریکی ادیبوں نے پوشیدہ احساسات و جذبات کو سامراجی قوتوں کے خلاف استعمال کیا۔ پروفیسر عبد العزیز ملک کے بقول:

"پہلے دور میں فرانز روجب کہ دوسرے دور میں اٹلی کے مصنف میسمو بو ٹیمپلی اور کیوبا کے ایلخو کارپینٹیئر کی تخلیقات اس تکنیک کے حوالے سے بطور نمونہ پیش کی جاسکتی ہیں۔ لیکن تیسرا دور جس کا آغاز لاطینی امریکہ میں ۱۹۵۵ء میں ہوا تھا۔ پہلے پہل اینجل فلورس اور بعد ازاں گبرائیل گارسیا مارکیز کے ناولوں نے اسے شہرت بخشی"(۴)

گبرئیل گارشیامارکیز کا ناول "تنہائی کے سو سال" جادوئی حقیقت نگاری کی عمدہ مثال ہے۔ انہوں نے اس ناول میں مافوق الفطرت اور محیر العقول عناصر شامل کر کے جادوئی حقیقت پسندی کی ٹھوس بنیاد قائم کی۔ اقتباس دیکھیے۔

"پہلے دن کی تعمیر شدہ قدیم عمارت، پسینہ سے شرابور، تھکے مزدور، ان کے سامان اور تعمیر کے سامان سے بھر گئی۔ لیکن وہ ہڈیوں کی اس بوری سے پریشان تھے جو ایک غم ناک کھڑ کھڑاہٹ کے ساتھ ان کے پیچھے پیچھے رہتی۔ اسی ہلچل، کولتار کے دھویں میں سانس لیتے

کوئی یہ نہیں کہ سکتا کہ زمین کے اندر سے یہ گھیر کیسے اٹھ رہا ہے۔ یہ محض بستی کا نہیں بلکہ اس دلدلی علاقہ کا سب سے بڑا مہمان نواز گھر تھا۔"(۵)

گارشیا مارکیز نے اپنے ناولوں کے ذریعے جادوئی تکنیک کو عروج پر پہنچایا۔ کیوں کہ جادوئی تکنیک واضح الفاظ میں احساسات و خیالات کا اظہار نہیں کرتی بل کہ اس میں فنتاسی عناصر شامل کر کے حقیقت کو بیان کرتی ہے۔ میجکل رئیلزم میں حقیقت کی بجائے ماورائے حقیقت کی صورت حال کو براہ راست بیان کیا جاتا ہے۔ انہوں نے ناول "محبتوں کے آسیب" میں بھی جادوئی حقیقت کو ڈیلڈرا کے خواب کی صورت میں یوں بیان کیا ہے۔

"خواب بہت سادہ تھا۔ ڈیلڈرا نے خواب میں دیکھا کہ سائیوا ماریہ اپنی گود میں پڑے انگوروں کے ایک گچھے سے ایک ایک کر کے انگور کھاتے ہوئے ایک کھڑکی کے ساتھ بیٹھی ہے جس میں ایک برف میں ڈھکا کھیت دکھائی دے رہا تھا۔ ہر انگور جو وہ توڑتی گچھے پر دوبارہ اگ آتا۔ خواب میں یہ احساس بھی جان گزیں تھا کہ لڑکی نے گچھے کو ختم کرنے کی کوشش میں اسی کھڑکی کے ساتھ بیٹھے بیٹھے کئی برس گزار چھوڑے ہیں اور یہ کہ وہ ایسا کرنے کے لیے کسی جلدی میں بھی نہ تھی کیوں کہ وہ جانتی تھی کہ انگور کے آخری دانے میں موت مضمر ہے۔"(۶)

ناول "تنہائی کے سو سال" معاشرتی، سماجی اور سیاسی صورت حال کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ علاوہ ازیں اس ضمن میں جان اسرونگ، پاولن میلول، میلان کنڈیرا، ڈی ایم ٹامس، ٹونی مورسن، بین اوکری، اینا کسٹیلو، امیتا گھوشن، این میری میکڈونلڈ، آندرے برنک، پیٹر سسکن اور ارون دھتی رائے قابل ذکر ہیں۔ جنہوں نے ناولوں میں اس بیانیہ کو استعمال کیا ہے۔

اردو میں جادوئی حقیقت نگاری:

اردو میں اگر جادوئی حقیقت نگاری کا اگر جائزہ لیا جائے تو اس کا مآخذ کلاسیکی داستانوں میں ملتا ہے۔ ان داستانوں میں محیر العقول، مافوق الفطرت اور طلسماتی عناصر پوری طرح قصے پر چھائے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جن میں پنج تنتر، طوطا کہانی، داستان امیر حمزہ اور داستان الف لیلہ قابل ذکر ہیں۔ ان داستانوں میں مافوق الفطرت مناظر کی بہتات ہے۔ کہانیوں کے کردار سچائی سے بعید ہیں۔ قاری ان داستانوں کو پڑھ کر اس تجسس میں پڑ جاتا ہے کہ ایک چھوٹی سی داستان میں پوری رات کس طرح گزر جاتی ہے۔ ان داستانوں کو پڑھ کر قاری طوطے کی دانش مندی کی داد

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ طوطا کہانی کی تمام داستانوں میں جادوئی حقیقت نگاری کی تکنیک پائی جاتی ہے کیوں یہ تمام کہانیاں ایک طوطے کی زبانی بیان کی گئی ہیں۔ اس داستان کے بارے میں در حقیقت یہ بات مشہور ہے یہ شک شپ تتی کہانیوں سے ماخوذ ہے۔ لیکن یہ بات درست نہیں بل کہ اصل شک سپ تتی تک اس کی صرف دس کہانیوں کی اصل کا پتہ چلتا ہے۔ ہندی اور اردو کہانیوں کی جادوئی حقیقت کی مشابہت حیرت انگیز طور پر ملتی ہے۔ ازمنہ قدیم سے جادوئی حقیقت نگاری کی روایت کلاسیکی داستانوں میں سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی رہی۔ جب ان داستانوں کو تحریر کی صورت میں پیش کیا گیا اور بعد میں جب ان داستانوں کے تراجم اردو زبان میں کیے گئے تو قصے کی روانی سے پتہ چلتا ہے کہ اردو مترجم ان داستانوں سے پہلے بھی واقف تھا۔ شک سپ تتی اور پنچ تنتر یا بیتال پچیسی کی حکایات آپس میں مماثلت رکھتی ہیں۔ یہ تمام کہانیاں کسی نہ کسی حد تک کرداروں کے معمولی سے ردوبدل کے ساتھ آپس میں مماثلت ہیں۔ داستان الف لیلہ کی کہانی میں جادوگر اپنی بیوی کو سر پر اٹھائے پھرتا ہے تاکہ وہ حسینہ کسی سے بدکاری نہ کر سکے ۔ اس کے باوجود اس کی پتی تین سو لوگوں سے اختلاط کر لیتی ہے۔ یہ الف لیلہ کی بنیادی کہانی ہے۔ جس میں جن اور حسینہ کی سرگزشت ہے۔ الف لیلہ کی داستان میں جادوئی حقیقت نگاری کے بارے میں اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

> "اے جنوں کے بادشاہ دراصل یہ ہرنی میرے چچا کی لڑکی اور میری بیوی ہے۔ اب سے تیس چالیس سال پہلے میری اس شادی ہوئی۔ کافی مدت گزر جانے کے بعد اس کوئی اولاد نہ ہوئی۔ آخر میں نے ایک لونڈی خریدی۔ جس کے بطن سے ایک لڑکا ہوا۔ پندرہ سال تک ہم سب عیش و آرام سے رہتے رہے۔ اتفاقاً اس زمانے میں مجھے ایک سفر پر جانا پڑا۔ میں نے لڑکے اور لونڈی کو اپنی بیوی کے سپرد کیا اور خود سفر پر چلا گیا۔ لیکن اس بدبخت نے میرے جانے کے بعد سحر سے باندی کو گائے اور لڑکے کو بچھڑا بنا کر گوالوں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ "(۷)

اردو ادب میں ناول کے آغاز و ارتقاء کا اگر جائزہ لیا جائے تو اردو میں ناول نگاری کے اولین نمونے مولوی نذیر احمد کے ہاں ملتے ہیں۔ جب کہ اس سے پہلے مولوی کریم الدین کا ناول "خط تقدیر" بھی سامنے آتا ہے۔ لیکن اس ناول کے اجزاء و عناصر اور پلاٹ کے فقدان کی وجہ سے ناول کی صف میں اپنی جگہ نہیں بنا سکا۔ تاہم اس وجہ سے اس کو ناول نہیں کہا جا سکتا۔ یہ اعزاز مولوی نذیر احمد کو ناول "مراۃ العروس" کی بدولت حاصل ہے۔ مراۃ العروس ۱۸۷۹ء کو اردو کا پہلا باقاعدہ ناول تسلیم کیا جاتا ہے۔ انہوں نے کل سات ناول تحریر کیے جن میں بنات النعش

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۱۸۷۲ء، توبتہ النصوح ۱۸۷۷ء، فسانہ مبتلا ۱۸۸۵ء، ابن الوقت ۱۸۸۸ء، ایامی ۱۸۹۱ اور رویائے صادقہ ۱۸۹۴ء شامل ہیں۔ نذیر احمد کے قصے اپنے عہد کی غمازی کرتے نظر آتے ہیں۔ ان قصوں میں پہلی مرتبہ طلسماتی دنیا کی تحیر خیزیوں اور مافوق الفطرت عناصر کی بجائے جاگتے جیتے اور حقیقت پسندانہ انسانی کردار دنیا کے مسائل سے نبرد آزما ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ پنڈت رتن ناتھ سرشار کا ناول "فسانہ آزاد" بھی ناول نگاری کی ارتقائی تاریخ میں اہمیت کا حامل ہے اس لحاظ سے یہ اردو کا پہلا ناول ہے جس میں تہذیب و معاشرت کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس ناول میں "آزاد" اور "خوجی" جیسے کردار معاشرتی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی کرتے ہیں۔ عبد الحلیم شرر نے تاریخی ناول لکھے۔ لیکن ان کا ناول "فردوس بریں "۱۸۹۹ء میں تکنیکی لحاظ سے جادوئی حقیقت نگاری کو استعمال کیا گیا ہے۔ اس ناول میں مصنوعی جنت کا دلکش منظر حسین کو تحیر میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اس ناول کے تمام واقعات تجسس سے بھرپور دکھائی دیتے ہیں۔ عبد الحلیم شرر تاریخی ناول نگار کی حیثیت سے شہرت کے حامل ہیں۔ اس حوالے سے اگر انھیں تاریخی ناول نویسی کا بانی قرار دیا جائے تو بے جانہ ہو گا۔ ان کی فن کاری کا یہ کمال ہے کہ انھوں نے تاریخی واقعات کو جس مہارت اور خوب صورت انداز سے تحیر خیزیوں اور مافوق الفطرت عناصر کے ساتھ مل کر بیان کیا وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ "فردوس بریں "ناول کے پس منظر میں پیار و محبت کی ایسی چاشنی پیدا کی۔ جس سے ان کے ناول کی اہمیت دو چند ہو گئی۔ اگر ان کے دوسرے ناولوں کا جائزہ لیا جائے تو سب سے کامیاب ناول "فردوس بریں " ٹھہرتا ہے۔ اس ناول کے بارے میں آغاز سے لے کر آج تک تمام نقادوں نے اس کی بے حد تعریف کی ہے۔ جن میں عباس حسینی، احسن فاروقی اور سہیل بخاری نے بھی تفصیلی تبصرہ کیا ہے۔ شرر کا یہ ناول باقی ناولوں کے مقابلے میں فنی اور تکنیکی لحاظ سے ناول کے اسلوب پر پورا اترتا ہے۔ اس وجہ سے "فردوس بریں "ناول نویسی کے اعتبار سے سند کا درجہ رکھتا ہے۔ اس ناول میں پائے جانے والے کردار اور منظر نگاری نے اس کو زندہ جاوید بنا دیا ہے۔ بلاشبہ اس ناول میں شرر کی ناول نگاری اپنے عروج پر دکھائی دیتی ہے۔ تاہم اس ناول کی خوبیوں کے لیے اس کے کردار اور واقعات مافوق الفطرت عناصر پر مشتمل ہیں۔ ناول "فردوس بریں "کا قصہ فرقہ باطنیہ کے گرد گھومتا ہے۔ اس فرقے کا بانی حسن بن صباح تھا۔ جو پانچویں صدی ہجری میں عالم اسلام کے لیے خطرناک صورت اختیار کر چکا تھا۔ فرقہ باطنیہ کے کارندوں نے نامور علماء اور مقتداوں کو شہید کیا۔ اپنے ناپاک عزائم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے مصنوعی جنت بھی بنا رکھی تھی۔ جہاں حسین و جمیل دوشیزاوں کے علاوہ خوبصورت لڑکے ہر وقت جنت میں لوگوں کا دل بہلانے اور خدمت گاری پر مامور رہتے تھے۔ حسن بن صباح اس مصنوعی جنت کے ذریعے سفاکی اور فریب کاری سے سادہ لوح نوجوانوں

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کو لالچ دے کر ان سے غلط کام لیا کرتا تھا۔اس کام کو سر انجام دینے کے لیے ان کے پاس مکمل طور پر ایک تربیت یافتہ گروہ تھا جو ہر وقت اس کام میں مصروف عمل رہتا تھا۔ شہر آمل سے حسین اور زمرد حج کے ارادے سے نکلتے ہیں۔ان کا راستہ بحیرہ کیپسیئن کے جنوبی ساحل کے ذریعے سے طالقان شہر ہے۔جہاں سے وہ شہر قزوین پہنچ کر نکاح کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔لیکن قزوین جانے والی یہ سڑک نہایت پر خطر تھی۔اس راستے سے حج کو جانے والے اکثر راہ گیر لٹ جاتے اور بے دردی سے قتل کر دیے جاتے۔ان کی لاشوں کی بے حرمتی بھی کی جاتی تھی۔اس سب کے باوجود حسین اور زمرد اپنے گدھوں پر سوار ہو کر محو سفر دکھائی دیتے ہیں۔دونوں مسافر نہر ویر نجان کے ساتھ ساتھ سفر کر رہے ہیں۔ان کا خیال ہے کہ شہر قزوین جا کر رشتہ ازواج میں منسلک ہو جائیں گے۔دونوں کی جوانی شباب پر ہونے کے ساتھ ان پر جذبہ محبت بھی غالب ہے اور ایک دوسرے کے لیے جان کی بازی لگانے کے لیے بھی تیار نظر آتے ہیں۔ مقامی لوگوں میں اس علاقے کے بارے میں بہت سی کہانیاں مشہور ہیں۔ان کے خیال میں اس راستے میں دیووں اور پریوں کا مسکن ہے۔جو شخص اکیلے ان کے ہتھے چڑھ جائے اسے قتل کر دیتی ہیں۔لیکن ان سے زیادہ ظالم اور سفاک فرقہ باطنیہ کے وہ ملحد ہیں جو ادھر ادھر پھیلے ہوے ہیں۔وہ خوبصورت حسیناوں کو مصنوعی جنت کی حور بنانے کے لیے اغوا کر لیتے ہیں اور ان کے مردوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ناول میں زمرد اور حسین مرکزی کردار کی حیثیت پورے ناول میں ابتدا سے لے کر آخر تک چھائے رہتے ہیں۔شرر اس ناول کا آغاز ساتویں نصف صدی سے کرتے ہیں اور ان کا یہ ناول جادوئی حقیقت نگاری کی عمدہ مثال ہے۔ناول فردوس بریں میں جنت کے منظر کو یوں بیان کرتے ہیں۔

> "اتنی دیر میں سب حوریں بھی آ گئیں اور زمرد کو ساتھ لیے قصر زمردی کے باہر نکلی اور سب کے سب لالہ زار کے درمیان میں طلائی تختوں پر جا بیٹھے۔تخت کے دونوں جانب دو حوض تھے اور بغیر کہے صرف واقعات سے یقین دلایا جاتا تھا کہ ایک حوض کوثر ہے اور دوسرا شراب طہور کا حوض ہے۔سامنے چند حوریں بیٹھ کے عجب دلربا اور وجد میں لانے والی دھن میں گانے لگیں۔دو چار غلمان یعنی خوبصورت کم عمر لڑکے سونے کے جام و صراحی لا کے کھڑے ہو گئے اور نغمہ و سرور کے ساتھ دور بھی چلنے لگا۔دو چار جاموں نے حسین پر از خود رفتگی کی کیفیت پیدا کر دی اور جب اس عالم نور کو بے خودی کی نیم باز آنکھوں سے دیکھ رہا تھا،اسے نظر آیا کہ زمرد ایک ہاتھ تو اس کے گلے میں ڈالے ہے اور دوسرے ہاتھ

سے چھلکتا ہوا جام اس کے منہ سے لگا رہی ہے۔ حسین اس لطف صحبت کا دل ہی دل میں مزا اٹھا کے اس جام کو پی گیا مگر پینے کے بعد معلوم ہوا کہ جیسے زمرد کی آنکھوں میں سے موتیوں کی طرح آنسو ٹپک رہے تھے۔ بے خودی کے جوش میں پیاری دل ربا کی دل دہی کے لیے بڑھنے ہی کو تھا کہ مدہوش ہو کر گر پڑا۔ بس اس کے بعد اپنے پرائے کی خبر نہ تھی۔"(۸)

مرزا ہادی رسوا کے ناولوں کا رنگ سب سے جدا ہے۔ ان کے ناولوں میں داخلی و خارجی قوتوں کی تحقیق و جستجو کو حقیقت پسندانہ رجحان کے تحت پیش کیا گیا ہے۔ ان کے ناول ایک نئے شعور اور زاویے کے ساتھ کردار و واقعات سماجی پس منظر کے آئینہ دار ہیں۔ پریم چند کے ناول عظمت و بلندی کے بہترین مظہر ہیں۔ انہوں نے اپنی بصیرت سے نئے مفہوم کے ذریعے ناول کی وسعت کو روشناس کروایا۔ ان کے ناولوں میں واقعہ نگاری اور کردار نگاری میں نفسیاتی احساس کا گہرا پرتو ملتا ہے۔ فنی و تکنیکی لحاظ سے "گئودان" نمائندہ ناول ہے۔ اس سے پہلے کسان کی زندگی کو اس قدر وسیع پیمانے پر پیش نہیں کیا گیا۔ پنڈت کشن پرشاد کے ناول متوسط طبقے کی نمائندگی کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کے ناولوں میں بھی اصلاحی رنگ پایا جاتا ہے۔ آغا شاعر دہلوی کے ناولوں میں رومانویت، ڈرامائیت اور المیہ جذبات کی پیش کش ملتی ہے۔ راشد الخیری کے ناولوں میں بھی اصلاحی رنگ موجود ہے۔ موضوعات کے لحاظ سے لحاظ زیادہ تر طبقہ نسواں اور گھریلو زندگی پر مشتمل ہے۔ جن میں مولوی نذیر احمد کا رنگ دکھائی دیتا ہے۔ کرشن چندر کی تخلیقات میں جذباتی رومانویت اور رنگین تخیل کی فضا اس قدر دل کش ہے۔ انہیں رومانوی ناول نگار کہا جا سکتا ہے۔ تاہم انہوں نے اپنے ناولوں میں اسلوب و اظہار، تکنیک و ہئیت کے بہت سے تجربات کیے ہیں۔ راجندر سنگھ بیدی کے ناولوں میں اظہار بیان تہہ در تہہ پرتوں پر مشتمل ہے۔ ان کے اسلوب کی جڑیں قدیم تہذیب سے جڑی ہوئی نظر آتی ہے۔ ان کا اسلوب پیچیدہ، محیر العقول اور اساطیری عناصر پر مشتمل دکھائی دیتا ہے۔ کیوں کہ ان کے ناولوں میں زندگی کی کھردری حقیقت کا احساس ملتا ہے۔ عزیز احمد روایتی ناول نگاری سے بغاوت کرتے نظر آتے ہیں۔ عزیز احمد بھی روایتی ناول نگاری سے بغاوت کرتے نظر آتے ہیں۔ انہوں نے انسانی جذبات و احساسات کی بھرپور عکاسی کرتے ہوئے شعور کی رو کی تکنیک کو اپنے ناولوں میں استعمال کیا ہے۔ قرۃ العین حیدر نے روایت سے ہٹ کر شعور کی رو کو کامیابی سے برتا ہے۔ ان کا ناول "چاندنی بیگم" اس کی عمدہ مثال ہے۔ انہوں نے مغربی ناول نگاروں

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کی طرح اپنے ناولوں کے کردار و واقعات کو شعور کے ذریعے زندگی کی حقیقت پسندانہ قدروں کو پیش کیا ہے۔ناول "چاندنی بیگم" میں زندگی کے مختلف تجربات کو مختلف تکنیکوں کے ذریعے پیش کیا ہے اقتباس ملاحظہ کیجیے۔

"یہ گیارہ محرم کو باون ڈنڈوں کے تعزیے کی زیارت کے لیے خیر آباد بھی تو جاتی ہے۔ایک بار ہمیں ساتھ لے گئی تھیں۔"پنکی نے ہنس کر فیروزہ کو بتلایا۔"کہنے لگیں دیکھو تعزیہ خود بخود رقص کرنے لگتا ہے سینکڑوں آدمی اسے اٹھائے ہوئے تھے۔اچانک وہ تیز تیز چکر کاٹنے لگے۔ ہمیں تو وہ انگلش کاؤنٹی کرکٹ کا ایسا میدان معلوم ہوا سرسبز اور خاش فضا اور ہزارہا خوش پوش عوام کا جم غفیر۔اور باون ڈنڈے کا تعزیہ رقصاں۔"(۹)

قرۃ العین کی بیانیہ قوت کا جو مغربی ادب کے اثرات سے اردو ادب میں در آئی اس کا برملا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔جادوئی حقیقت نگاری کو "چاندنی بیگم" کے کرداروں میں انتہائی مہارت سے پیش کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ وہ مرنے کے باوجود ناول پر چھائی رہتی ہے۔اس کا آسیبی وجود تین کٹوری ہاؤس کو نہیں چھوڑتا۔ان کے ناولوں میں تاریخی فضا کے ساتھ ساتھ زمانی تسلسل بھی نظر آتا ہے۔انہوں نے تکنیکی لحاظ سے اردو فکشن کو نئی جہت سے روشناس کرانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔احسن فاروقی نے اپنے ناول "سنگم" میں نو سو سال کا کینوس ماجراتی اسلوب کے ذریعے بیان کیا ہے۔ان اس ناول میں جادوئی حقیقت نگاری کی خوب عکاسی ملتی ہے۔ناول کی ہیروئن پاروتی جو پہلے مورتی ہوتی ہے۔جب اس کی ملاقات مسلم سے ہوتی ہے جو محمود غزنوی کی فوج کا سپاہی ہے تو پاروتی کی مورتی میں جان آجاتی ہے اور وہ گوشت پوست کی حسین دوشیزہ بن جاتی ہے۔مسلم اس سے مسلسل رابطے میں رہتا ہے اور شادی بھی کر لیتا ہے۔اس طرح کچھ عرصے کے بعد وہ دوبارہ مورتی میں تبدیل ہو کر مندر میں فروکش ہو جاتی ہے۔مستنصر حسین تارڑ کے ناول اپنی تکنیک اور تجربے کے لحاظ سے منفرد اہمیت کے حامل ہیں۔ان کے ناول "بہاؤ" اور "منطق الطیر، جدید" میں بیانیہ تکنیک کی بھرپور عکاسی ملتی ہے۔ان کے ناول "بہاؤ" میں تمدن سندھ سے متعلق کئی خوبصورت تواریخی پس منظر سے گزرتا پڑتا ہے۔ناول کا ہر کردار جادوئی حقیقت سے دو چار ہوتا نظر آتا ہے۔یہ ناول تارڑ کے فن کا اعلیٰ نمونہ ہے جس میں پوری تہذیب جادوئی طور پر دنیا سے غائب ہو جاتی ہے۔اس میں محیر العقول کرداروں کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔ناول "منطق الطیر، جدید" درویشوں کی دنیا اور تصوف کے ایسے جہان میں قاری کو لے جاتا ہے کہ اس کے ہر کردار میں ایک نئی جادوئی حقیقت کا ادراک ہوتا ہے۔نیشاپور کے فرید الدین کی طرح قاری پرندوں کی وادی میں سی مرغ کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے۔ٹلہ جوگیوں سے نکلی

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ہوئی کہانی صفحہ در صفحہ پھیلتی ہوئی علامتوں اوراسطوری حوالوں سے ہو کر اس مقام تک جا پہنچتی ہے جہاں مختلف سمتوں سے آئے ہوئے پرندے زندگی کا درس دیتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد کا عہد ناول کا زریں دور کہلاتا ہے۔اس دور میں سیاسی، سماجی، مذہبی اور اقتصادی سطح پر ہر لحاظ سے تجربات ہوئے جس کی وجہ سے ناول کو اسلوبیاتی اور تکنیکی سطح پر نئی جہتیں میسر آئیں۔ اردو ناول میں جدید ابھرتی ہوئی جادوئی حقیقت نگاری کی تکنیک مغربی ادب سے ظہور پذیر ہوئی۔ تخلیق کاروں نے عالمی منظر نامے کی پیش کش کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ناول میں موضوعاتی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ تکنیک کی سطح پر نئے تجربات کیے جو کہ موجودہ دور کا تقاضا بھی یہی ہے۔ جادوئی حقیقت نگاری اردو ناول میں ان تبدیلیوں کو نمایاں کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوئی۔ بیسویں صدی میں ساٹھ کی دہائی کے بعد اور اکیسویں صدی کے ناولوں میں تکنیکی سطح پر جادوئی حقیقت نگاری کی واضح تبدیلیاں نظر آتی ہیں۔ جادوئی تکنیک کے حوالے سے مغربی ناول نگاروں میں گارشیا مارکیز اہمیت کے حامل ہیں ان کے ناولوں میں جادوئی حقیقت نگاری تکنیکی سطح پر اسلوب کے مختلف پہلوؤں کو سامنے لانے میں ممد و معاون ثابت ہوئی۔

بیسویں صدی کی ساٹھ کی دہائی میں اردو ناول پر مغربی اثرات واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں۔اس دوران کئی قابل قدر ناول منظر عام آئے۔اس صدی کے آخری چار عشروں کے دوران میں ناول میں موضوعاتی، اسلوبیاتی اور تکنیکی سطح پر بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔اس دوران ہونے والے تجربات بڑی حد تک حوصلہ افزا ہیں۔ عالمی سطح پر بدلتی ہوئی صورتحال نے پاکستان کو معاشی، سیاسی اور ثقافتی سطح پر متاثر کیا ہے۔ماورائے حقیقت یا سرریئلزم کی اصطلاح کا مخترع فرانسیسی ادیب پاؤلی لیزے تھا۔ سرریئلزم بنیادی طور پر ایک تحریک تھی جو مصوری کی تحریک سے وابستہ تھی۔ڈاڈاازم تحریک کی باغیانہ روش اور سخت چلن کا ردعمل تھی۔ دادائیت پسند ادباء کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ روایت سے انکار اور بغاوت کی خو رکھتے تھے اورادب کی ہر قدر کو درخور اعتنا تصور کرتے تھے۔ سماجی اور معاشرتی اقدار کو مذاق اڑانا ان کا مستقل وطیرہ تھا۔ان خالات کے پیش نظر ان کی یہ تحریک اختلافات کا شکار ہو گئی۔ڈاڈاازم تحریک کے اہم اور متحرک کارکن آندرے بریتون ۱۹۲۲ء میں دادائیت پسندوں سے علاحدگی اختیار کی۔انہوں نے سرریئلزم کی نئی تحریک کا مینی فیسٹیو پیش کیا۔ڈاڈاازم اور سرریئلزم کا آپس میں گہرا تعلق ہے کیوں کہ دونوں کی بنیاد لاشعور اور احساس پر مبنی ہے۔ سرریئلسٹ فکر کے حامی ادیب اس تحریک کو پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کیا ۔خوابوں کی پراسراریت اور لاشعور کی لامحدودیت مشینی دنیاکار دان کا مطمع نظر تھا۔اس تحریک میں سگمنڈ فرائیڈ کا

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

نظریہ تحلیل نفسی کے اثرات بھی نظر آتے ہیں۔ فرائیڈ نے خارجی حقیقتوں کے برعکس داخلی حقائق کو زیادہ سچائی ، حقیقت اور وسعت کا حامل قرار دیا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ سرریلسٹ فکر کے حامی فن کاروں نے ذاتی نفسیاتی عمل کے ذریعے اپنی تخلیقات کو پیش کرنے کے ذرائع کو زینہ قرار دیا ہے۔ جدید اردو ناولوں میں بیانیہ تکنیک، خط اور ڈائری کی تکنیک، فلیش بیک اور فلیش فارورڈ کی تکنیک، شعور کی رو کی تکنیک، سرریلزم کی تکنیک اور میجکل رئیلزم کی تکنیک کو استعمال کیا جارہا ہے۔

اردو ادب میں تکنیک کا اظہار فکشن میں خاص طور پر ناول میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ مغربی ادب کے اردو ادب پر اثرات بالخصوص ناول میں جادوئی حقیقت نگاری کی تکنیک کے اثرات کھل کر سامنے آئے۔ بیسویں صدی کے ساٹھ کی دہائی کے ناولوں میں تکنیکی سطح پر واضح تبدیلیاں نظر آتی ہیں۔ناول انسانی زندگی اور اس کے مسائل کو مربوط انداز میں پیش کرتا ہے۔ تاہم ناول کے کردار کہانی کو تشکیل دینے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ قرۃ العین حیدر کا ناول "چاندنی بیگم" جادوئی حقیقت نگاری کی عمدہ مثال ہے جو اس مخصوص تکنیک کے پیش نظر بیان کیا گیا ہے۔ایسا بیانہ جو ناول کے واقعات ،حالات ،کردار اور ماحول کو تخیلاتی اوراساطیری انداز میں پیش کرتا ہے۔ جومافوق الفطرت،اساطیر اور سحر انگیز جادوئی حقیقت پر مشتمل ہے۔ڈاکٹر ممتاز احمد خان ناول "چاندنی بیگم "کا موازنہ "تنہائی کے سو سال "سے کرتے ہوئے تکنیکی لحاظ اسے اس جیسے کوڈز کا حامل قرار دیتے ہیں۔اس بارے میں "چاندنی بیگم کے تعاقب میں "میں لکھتے ہیں۔

> "ناول میں جو بات قابل ذکر ہوتی ہے وہ انسانی زندگی میں پائے جانے والے بھید اور پر اسراریت معاملات ناول نگار کھوج نکالتا ہے اور پڑھنے والوں کو تحیر میں ڈال دیتا ہے۔لاطینی امریکہ کا اہم نوبل انعام یافتہ ناول نگار گبریل گارسیا مارکیز نے ناول کے حوالے سے خفیہ کوڈز میں بیان کی گئی حقیقت کی بات کی تھی۔میرا خیال ہے یہ وہی کوڈز یایوں کہیں کہ سگنلز ہیں جو قرۃ العین حیدر کے ہر ناول میں بدل جاتے ہیں۔یوں ان کا ہر ناول اپنا جواز خود پیدا کرلیتا ہے۔"(۱۰)

جادوئی حقیقت نگاری کی تکنیک کو یقیناً قرۃ العین حیدر نے اپنے ناول میں بہترین انداز میں پیش کیا ہے۔اس بیانیہ میں مادی دنیا کے قوانین حقیقی انداز میں ٹوٹتے اور بکھرتے نظر آتے ہیں۔البتہ یہ سب کچھ عجیب اور

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

غیر فطری محسوس نہیں ہوتا۔ناول "چاندنی بیگم " میں مردہ لوگوں کی آمدورفت موجود ہے۔جس کو اس طرح سے حقیقت پسندانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔اقتباس دیکھیں۔

"دفعتاً صفیہ کے اندر اسی آواز نے جو برسوں سے اس کو تنگ کر رہی تھی، بہت دنوں بعد نمودار ہو کر کہا، آداب عرض ہے،ان کا رنگ فق ہو گیا۔بت سی بیٹھی رہیں۔کئی ماہ سے یہ آواز خاموش تھی۔اس وقت یکایک اس نے اپنی موجودگی کی یاد دلائی چند منٹ بعد اس نے سرگوشی کی، "گر گئی" آواز، نے کہا تھا، گر گئی،جب کوئی بری بات ہونے والی ہوتی آواز پہلے سے صفیہ کو مطلع کر دیتی تھی۔اب معمولی واقعات سے بھی آگاہ کرنے لگی تھی۔"(۱۱)

اس میں قرۃ العین حیدر نے صفیہ کی فنتاسی کیفیت کو بیان کیا ہے۔جو چیز کئی سالوں سے ان کو خیالات و محسوسات کی شکل میں اندرونی سطح پر پریشان کر رہی تھی۔اچانک سامنے آکر جب اس نے آداب کہا! تو حیران و پریشان ہو گئی۔عرصہ دراز سے یہ آواز خاموش تھی لیکن فوراً اپنی موجودگی کا احساس دلاتے ہوئے آہستہ سے بات کرنے لگی، اس کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ خوف زدہ ہو کر گر پڑی۔اس کے بعد جب کوئی بری خبر یا کوئی واقعہ ظہور پذیر ہونے لگتا تو یہ آواز اسے آگاہ کر دیتی۔اب حالت یہ تھی کہ معمولی باتوں کے بارے میں بھی بتا دیتی تھی۔اس لحاظ سے ناول "چاندنی بیگم " بیانیہ کی جدید شکل کا اظہار ہے۔انہوں نے اس ناول کو فطری یا مروجہ انداز میں لکھنے کی بجائے جادوئی حقیقت نگاری کی تکنیک کے ذریعے پیش کیا ہے۔اس ناول کی اہم بات ناول کی ہیروئن "چاندنی بیگم " کی اچانک اور جلد موت ہے۔جو عام قاری کو تحیر و تجسس میں ڈال دیتی ہے۔تاہم قرۃ العین حیدر کی فن کاری یہ ہے کہ چاندنی بیگم موت کے بعد بھی چھائی رہتی ہیں۔جو آخر دم تک پیلی کوٹھی اور تین کٹوری ہاؤس والوں کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔اس ناول کے ذریعے قرۃ العین حیدر نے جس بیانیے کی تشکیل کو وضع کرنے کی کوشش کی ہے ادب کے روایت پسند قاری کے لیے شاید کسی قدر پریشانی کا باعث ہو۔بہر حال یہی اہم تخلیقی تجربہ تھا جو انہوں نے کامیابی سے بھرپور انداز میں پیش کیا۔اس ناول میں اپنے عہد کی سماجی، ثقافتی اور انسانی شعور کو تکنیک کا حصہ بنایا گیا ہے۔اس کے بعد جدید اردو ناول میں موضوعاتی، اسلوبیاتی اور تکنیکی سطح پر بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔اس دوران ہونے والے تجربات بڑی حد تک حوصلہ افزا ہیں۔اس تکنیک کو اکیسویں صدی کے ناول نگاروں اپنے ناولوں "غلام باغ، قبض زماں، پانی مر رہا ہے، بہاؤ، منطق الطیر جدید، جاگے ہیں خواب میں، اور چار درویش اور ایک کچھوا " میں بھی کامیابی سے برتا ہے۔شمس الرحمن فاروقی کے ناولوں کا کینوس تکنیکی لحاظ سے وسیع ہے۔انہوں نے ناول کے کرداروں میں

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

جادوئی حقیقت کو بخوبی برتا ہے۔ ان کے ناولوں میں عہد انگریزی کے تاریخی، معاشرتی اور معاشی پس منظر کو دکھایا گیا ہے۔ نو آبادیاتی نظام کے فروغ کے ساتھ ساتھ ہندوستانی تہذیب کی بھرپور منظر کشی کی گئی ہے۔ شمس الرحمن فاروقی کا ناول "قبض زماں" جادوئی حقیقت نگاری کا شاہکار ہے۔ اس ناول کے بارے میں خالد جاوید کہتے ہیں۔

> "شمس الرحمن فاروقی کا شاہکار ناول "قبض زماں" ہمیں امکانات سے بھری ہوئی ایک ایسی وسیع دنیا میں لے جاتا ہے۔ مشرق ہمیشہ پر اسرار رہا ہے یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ مغرب نے مشرق کو ہمیشہ پر اسرار پایا ہے۔ مغرب کے لیے جو اسرار ہے۔ ممکن ہے ہمارے یہاں وہ روزمرہ کی ایک عام بات ہے۔ فاروقی نے اس ناول کو مشرقی تہذیبی، علمی و ادبی روایت سے سینچا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلامی فکر اور تصوف کو بھی اس طرح سمو دیا ہے کہ قبض زماں ایک خالص Oriental Novel بن گیا ہے اور اس کے لیے ان کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ جدید زمانے سے شروع ہو کر، ایک انوکھی فلیش بیک تکنیک کا استعمال کرتے ہوئے، یہ ناول تاریخ ہی نہیں بلکہ ماورائے تاریخ کا احاطہ بھی کر لیتا ہے۔ کیوں کہ ناول میں ٹھوس اور ارضی دنیا ہی نہیں بلکہ ایک پر اسرار اور مابعد الطبیعاتی دنیا کا سراغ بھی ملتا ہے۔"(۱۲)

شمس الرحمن فاروقی کا یہ ناول دیگر روایتوں سے اس لیے مختلف ہے کیوں کہ اس میں جو وقت جادوئی طور پر گزرا ہے۔ وہ خواب کی کیفیت میں نہیں بلکہ جاگتے ہوئے بیتا ہے۔ عام طور اہل تصوف کے ہاں وقت کی ایسی گھڑی کو قبض زماں کہتے ہیں۔ اس ناول میں ایک سپاہی کی داستان ہے جو اپنی بیٹی کی شادی کے لیے رقم کا بندوبست کر کے اور چھٹی لے کر گھر روانہ ہوتا ہے۔ لیکن بد قسمتی سے راستے میں لٹ جاتا ہے۔ بالآخر قرض لینے کی نیت سے جب امیر جان کے ہاں جاتا ہے تو وہ انہیں چار سونکے دیتی ہے۔ جب وہ قرض واپس کرنے کے لیے جاتا ہے مگر وہ وفات پا چکی ہوتی ہیں۔ تاہم ان کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کی نیت سے جاتا ہے۔ مگر وہاں قبر ایک باغ کے نمونہ پیش کر رہی ہوتی ہے اور امیر جان تخت پر بیٹھی ہوتی ہے۔ سپاہی ملاقات کے لیے آگے بڑھتا ہے مگر امیر جان روک دیتی ہے۔ اس کے بعد باغ میں ٹہلنے لگتا ہے اور پھر چند لمحوں کے بعد قبر کے باہر آتا ہے تو تمام منظر نامہ بدل چکا ہوتا ہے۔ قبر کے چند لمحات کے مقابلے میں دنیا کا تقریباً تین سو برس کا عرصہ بیت چکا ہوتا ہے۔ اس لحاظ یہ ناول جادوئی حقیقت نگاری کا بہترین نمونہ ہے۔ مرزا اطہر بیگ کا ناول "غلام باغ" جادوئی حقیقت نگاری کا پر تو نظر آتا ہے۔ اپنے اچھے اسلوب، موضوع،

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

فلسفیانہ اور جادوئی حقیقت نگاری کے پس منظر کی وجہ سے اردو ادب میں اہمیت کا حامل ہے۔اس ناول میں انسانی زندگی اور اس سے ملحق رویوں کو زیر بحث لاتے ہوئے جادوئی حقیقت نگاری سے کام لیا گیا ہے۔مرزا اطہر کا یہ ناول تکنیکی لحاظ سے متاثر کن ناول ہے۔ڈاکٹر ممتاز احمد خان ناول "غلام باغ" کو ناول آف ایبسرڈ قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں
۔

> "پروفیسر مرزا اطہر بیگ نے "غلام باغ" کی شکل میں ناول آف ایبسرڈ کا ہمارے یہاں ایسا تجربہ کیا ہے جس بھلایا نہیں جاسکے گا۔اس ناول کو پڑھنے کے بعد راقم الحروف کو کم از کم یہی خیال آیا تھا۔مرزا اطہر نے مکالموں کی ایک ایسی دنیا سجائی ہے۔کہ جس کا سجانا ایک مشکل امر تھا۔اس لیے کہ ابتدا سے لے کر ایک ایسی اختتام تک مضحکہ خیز اور محیر العقول واقعات اور کسی اور سیارے کے لوگوں کے مکالمات کی دلچسپ دروبست کو روایتی ہئیت سے بچتے ہوئے نئی اسلوبیاتی شکل دینا کہ جس میں معانی بھی بر آمد ہوں اعلیٰ فن کاری دلیل ہے۔"(۱۳)

اختر رضا سلیمی کا ناول "جاگے ہیں خواب میں" جادوئی عناصر پر مشتمل ہے۔ان کے اس ناول میں فرید الدین عطار کے عہد کے پرندوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔اس ناول میں پرندے محو گفتگو نظر آتے ہیں۔یہ ناول خواب کی کیفیت میں الجھا ہوا نظر آتا ہے۔اس ناول میں حیرت زدہ کرنے والی بات یہ ہے کہ اس میں خواب کی کیفیات کو منفرد انداز بیان کیا گیا ہے۔ان کے خوابوں کا لامتناہی سلسلہ زندگی کے مختلف شیڈز کو فنتاسی صورت میں پیش کرتے ہوئے نظر آتا ہے۔ناول داستان کی ترقی یافتہ شکل ہے یہ بات درست ہے کہ قصہ کہانیوں سے انسانی دل چسپی ایک فطری عمل ہے۔ناول کا قصہ تو حقیقت پر مبنی ہوتا ہے تو داستان کا قصہ تخیل پرستی پر مگر دونوں میں ایک قصہ کا ہونا ضروری ہے۔دونوں اصناف میں بعض عناصر مشترک ہیں۔ناول ایک جدید صنف ہے جو زندگی کے حقیقی پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ناول کے کردار اور واقعات حقائق پر مبنی ہوتے ہیں۔جو معاشرتی زندگی کی عکاسی کرتے نظر آتے ہیں۔انسان کی شعوری حالت نے ناول کو زندگی کے قریب کر دیا ہے۔روزمرہ کی زندگی اور ان کے احساسات و جذبات کی ترجمانی ناول کا خاصہ ہے۔ناول ایک ایسا فن ہے جو اپنے دور کی سچائیوں کو سمونے کے ساتھ ساتھ کرداروں کے ذریعہ ان مخصوص حالات کو سامنے لاتا ہے۔زندگی کے خارجی و داخلی حالات و واقعات ناول کا

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

متحرک کردار بن جاتے ہیں موضوع اور تکنیک ناول کا خاصہ ہے۔ڈاکٹر احسن فاروقی ناول میں جادوئی حقیقت نگاری کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"ناول کتنا ہی حقیقی کیوں نہ ہو،وہ ہر گز دلچسپ نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں تخیل کی آمیزش نہ ہو اور کوئی داستان ایسی دکھائی نہیں دیتی جس میں تخیل کی فراوانی کے ساتھ ساتھ کچھ نہ کچھ حقیقت نہ ملی ہوئی ہو۔فرق صرف ایک چیز کا ہے دوسرے کے مقابلے میں زیادتی کا رہ جاتا ہے۔"(۱۴)

ناول میں موضوعات کی سطح پر بہت سے تجربات کیے گئے ہیں۔ناول نگار اپنے بیان میں خاص تکنیک کو بروئے کار لاتے ہوئے ناول کے مختلف اجزاء میں ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ناول نگار فنی ہم آہنگی کی تعمیر کے لیے مختلف تکنیکس کا استعمال کرتا ہے۔فن اور تکنیک کے لحاظ سے ناول دوسری اصناف سے مختلف نوعیت کا حامل ہے۔

"جاگے ہیں خواب میں "ایک پر اسرار داستان ہے اور اردو ناول کی طلسماتی دنیا میں اپنی الگ پہچان کا حامل ہے۔انہوں نے خواب کو زندگی کی ایک علامت کے طور پر پیش کیا ہے۔کیوں کہ موت کے بعد فانی حیات سلسلہ تا ابد ختم ہو جاتا ہے۔مشرف عالم ذوقی کہتے ہیں۔

"۸۰(اسی) کے بعد جو ناول نگار سامنے آئے ہیں،ان میں اختر رضا سلیمی کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہے کہ ان کی فکر اور ان کے اسلوب پر مغرب حاوی نہیں ہے۔جاگے ہیں خواب میں ،ایک پر اسرار داستان ہے اور اردو ناول کی دنیا میں شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔خواب زندگی کی علامت ہے اور موت کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔شعور ولاشعور کی کشمکش اور اب تک دنیا کے حوالے سے ایک طلسم کدہ تیار کرنا اور اس طلسم کدہ میں خواب کو جگہ دینا ایک مشکل کام ہے۔"(۱۵)

سید کاشف رضا کا ناول "چار درویش اور ایک کچھوا" کثیر اسلوبیاتی ناول ہے۔ جس میں جادوئی حقیقت نگاری پائی جاتی ہے۔اس میں جدید فلم کی تکنیک کا استعمال ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا بیانیہ جادوئی حقیقت نگاری کی عمدہ مثال ہے۔ان کے اس تخلیقی تجربے میں بعض مراحل پر ریئیلزم کا اظہار کرداروں کے تفاعل اور انفرادی کیفیات دونوں میں واضح طور پر ملتا ہے۔ناول میں کچھوا پیش آنے والے حالات وواقعات کی پیش گوئی کرتے ہوئے نظر آتا ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

حوالہ جات

۱۔ کنسائز آکسفورڈ ڈکشنری آف لٹریری ٹرمز، ایڈیشن تیسرا، ۲۰۰۸ء، ص ۱۹۴

۲۔ اشولال، مقدمہ، ترجمہ، تنہائی کے سو سال، فکشن ہاؤس، لاہور، ص ۱۰

۳۔ کروسٹو فروارنس، میجکل رئیلزم اور پوسٹ کولونیل ناول، پینا گریم میک میلن، انگلینڈ، ۲۰۰۹ء، ص ۳

۴۔ عبدالعزیز ملک، پروفیسر، اردو افسانے میں جادوئی حقیقت نگاری، مثال پبلشرز، فیصل آباد، ۲۰۱۴ء، ص ۲۲

۵۔ ایضاً، ص ۵۵

۶۔ گبریئل گارشیا مارکیز (مترجم) ضیاالحق، محبتوں کے آسیب، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۸۰

۷۔ ادارہ تصنیف و تالیف، داستان الف لیلہ، سیونتھ سکائی پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۵ء ص ۱۱

۸۔ شرر، عبدالحلیم، (مرتب) سید وقار عظیم، فردوس بریں، علم و عرفان پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۳ء ص ۷۶

۹۔ قرۃ العین حیدر، چاندنی بیگم، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۳۰۰

۱۰۔ ایضاً، مضمون، چاندنی بیگم کے تعاقب میں،، مشمولہ، نگارہ، کراچی، ۲۰۰۷ء، ص ۱۲

۱۱۔ قرۃ العین حیدر، چاندنی بیگم، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۷، ص ۱۱

۱۲۔ ادبیات (سہ ماہی) ادبی رسالہ، شمارہ نمبر ۱۲۴-۱۲۳، اسلام آباد، ص ۳۱

۱۳۔ ممتاز احمد خاں، ڈاکٹر، اردو ناول کے ہمہ گیر سروکار، فکشن ہاؤس، کراچی، ۲۰۱۲ء، ص ۳۱

۱۴۔ احسن فاروقی، ڈاکٹر، اردو ناول کی تنقیدی تاریخ، ادارہ فروغ اردو، لکھنو، طبع دوم، ۱۹۶۲ء، ص ۱۰

۱۵۔ ادبیات (سہ ماہی) ادبی رسالہ، شمارہ نمبر ۱۲۲-۱۲۱، اسلام آباد، ص ۱۵۶